اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے استعمال کا صحیح طریق یہی ہے کہ انہیں اسی کی راہ میں خرچ کیا جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍اپریل ۱۹۷۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:-

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۱﴾

(اٰل عمران:۱۸۱)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس زاویہ سے بھی دیکھو تمہیں یہی نظر آئے گا کہ زمین وآسمان کی ملکیت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتی ہے۔ زمین وآسمان اور ان میں جو چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور چونکہ وہ سب کا خالق ہے اس لئے وہ سب کا مالک بھی ہے۔ پھر اس نقطہ نگاہ سے دیکھنے سے بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی عطا کی وجہ سے کسی آدمی کی ملکیت نظر آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کی وجہ سے انسان کی ملکیت ٹھہرتی ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ چیز اس کی ملکیت میں رہتی ہے۔

چنانچہ روزمرہ کی زندگی میں ہم عموماً یہ دیکھتے ہیں کہ (مثلاً) کچھ تاجر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے متعلق کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ وہ مٹی کو ہاتھ لگائیں تو سونا بن جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ

نے ان کے ہاتھ میں برکت رکھی ہوتی ہے اور کچھ تاجر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ سونے کو ہاتھ لگائیں تو وہ مٹی بن جاتا ہے۔ پھر ایک وہ تاجر بھی ہے جو ایک وقت میں بڑی برکتوں والا ہوتا ہے۔اس کے کاموں میں اور اس کی کوششوں اور اس کی تجارتوں میں ہمیں بڑی برکت نظر آتی ہے۔مگر جب اللہ تعالیٰ جو مالک ہے اس کے بارے میں اس کی نگاہ بدل جاتی ہے تو وہی برکتوں والا تاجر جس چیز کو ہاتھ لگاتا ہے اس میں برکت کی بجائے نحوست، نفع کی بجائے نقصان اور خوشحالی کی بجائے بدحالی نظر آتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جس زاویہ نگاہ سے بھی دیکھو گے تمہیں یہی نظر آئے گا کہ زمین و آسمان اور ان میں جو چیزیں ہیں ان سب کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے وہی ان کا حقیقی مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اَور کوئی ان کا حقیقی مالک نہیں ہے اور یہ ایک ابدی صداقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔اس کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے جلوے روز مرّہ کبھی یہاں اور کبھی وہاں دکھاتا رہتا ہے۔ یہ جلوے کبھی ایک شکل میں اور کبھی دوسری شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔غرض اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے ثبوت میں ہمیں اس کی صفات کے جلوے نظر آتے ہیں اور بڑی کثرت سے نظر آتے ہیں۔

پس اس ابدی حقیقت کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے اور اُن لوگوں میں شامل نہیں ہونا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کی عطا یعنی وہ مال جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے، اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں۔

بخل کے معنے عربی زبان میں مال کے اس جگہ نہ خرچ کرنے کے ہوتے ہیں جس جگہ وہ مال خرچ کرنا چاہئے۔

اگر ہم حقائق عالَم پر نگاہ ڈالیں (اور اس سلسلہ میں ایک ابدی حقیقت اور ازلی صداقت کی طرف اِس آیت میں بھی اشارہ کیا گیا ہے جس کی مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے) تو ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اموال اور اس کی دی ہوئی طاقتوں اور اسی کی عطا کردہ زندگی اور اوقات کو خرچ کرنے کا ایک ہی صحیح راستہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ دراصل یہی حقیقی اور نیک اور مفید اور ثمرات پیدا کرنے والا خرچ ہے۔ باقی

اس حقیقی خرچ کے لئے سامان پیدا کرنے والی جو کوششیں ہیں یا اخراجات ہیں تو وہ بھی بالواسطہ نیکی اور بھلائی کا موجب ہیں لیکن اگر کسی کی کوشش یا اخراجات اس کے الٹ ہیں تو پھر یہ بھی اس کے لئے بالواسطہ بدی اور ہلاکت کا موجب ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بھی مال تمہارے پاس ہے اور جسے تم نے اس دُنیا میں پایا ہے وہ ہم نے دیا ہے مگر تم اُسے ہماری راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا یہ فعل، تمہاری یہ ذہنیت تمہارے لئے مفید ہے؟ یہ تمہارے لئے ہرگز مفید نہیں بلکہ یہ تمہارے لئے شر کا موجب ہے اور ہلاکت کا باعث ہے۔ تم شاید یہ خیال کرتے ہو کہ تمہارے یہ بُخل دُنیا میں دُنیاداروں سے چھپے رہیں گے اور لوگ تمہاری اس گندی ذہنیت سے ناواقف رہیں گے یا جب اللہ تعالیٰ اس دُنیا میں جنّت کے سامان پیدا کرے گا اور یا اُس اُخروی زندگی میں جو مرنے کے بعد ملتی ہے اور جس میں بہترین شکل میں اور کامل طور پر جزا و سزا ملتی ہے یعنی جنّت کی شکل میں یا جہنّم کی شکل میں کامل جزا و سزا کے سامان پیدا ہوں گے تو اس وقت بھی تمہاری یہ بدیاں اور تمہاری یہ گندی ذہنیتیں چھپی رہیں گی تو تمہارا یہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ تمہارا یہ بخل اور تمہاری یہ گندی ذہنیتیں تمہارے گلے کا ہار بنا دی جائیں گی اور تم ان کو چھپا نہیں سکو گے۔ تمہارے گلے کا یہ ہار تمہارے لئے زینت کا باعث نہیں بنے گا۔ تمہارے گلے کا یہ ہار تمہارے لئے بدصورتی پیدا کرے گا۔ تمہاری اندرونی بھیانک بدصورتی کو ظاہر کر رہا ہوگا۔ یہ تمہارے لئے عزت کا باعث نہیں بنے گا بلکہ تمہارے لئے ذلت کا باعث بنے گا۔ یہ لوگوں کو بتائے گا کہ تمہیں اس وجہ سے سزا مل رہی ہے اور سزا کی طرف تمہیں دھکیلا جا رہا ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کی عطا اور مال کے خرچ کرنے میں بخل کیا اور وہ اس رنگ میں کہ اس کے خرچ کرنے کا جو حقیقی راستہ تھا تم نے اس کو چھوڑ دیا اور جو غلط راہیں تھیں ان کو تم نے اختیار کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے مال و دولت بھی ہے اور اوقات بھی ہیں۔ جذبۂ ایثار بھی ہے اور محنت کی عادت بھی ہے۔ کیونکہ محنت کرنے کی طاقت بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ الٰہی سلسلوں میں جب تک کہ وہ اپنی کامیابیوں

کے عروج تک نہ پہنچ جائیں ان میں بڑی بھاری اکثریت نیک اور خدا ترس لوگوں کی رہتی ہے جو بڑے ایثار پیشہ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرنے کے لئے تیار بھی رہتے ہیں اور عملاً قربانی دے بھی دیتے ہیں۔ تاہم کچھ لوگ سُست بھی ہوتے ہیں اور ان کی یہ سستی دونوں طرح بڑی نمایاں ہوتی ہے یعنی ایک تو مال دینے میں بخیل ہوتے ہیں اور دوسرے وقت خرچ کرنے میں بخیل۔ توجہ دینے میں بخیل اور محنت کرنے میں بھی بخیل ہوتے ہیں۔

تاہم جب روحانی تنظیم مضبوط ہوتی ہے تو اس کے اندر لوگوں کے لئے یہ امر بسا اوقات ابتلاء کا باعث بن جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تنظیم ہمارے پاس آ کر ہماری قربانیاں وصول کرے گی لیکن جب تنظیم ابھی مکمل نہیں ہوتی اس وقت قربانی دینے والا آدمی جس کے دل میں چندہ دینے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے وہ خود پہنچ جاتا ہے اور کہتا ہے یہ میری قربانی ہے۔ اسے وصول کر لو مثلاً وہ آ کر کہتا ہے کہ یہ وقف عارضی میں میرے وقت کی قربانی ہے یا وہ کہتا ہے کہ میں واقفِ زندگی بننا چاہتا ہوں۔ میں اپنی زندگی کی قربانی دیتا ہوں وغیرہ۔ لیکن جب تنظیم مکمل ہوتی ہے تو جماعت کی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ ضرورت کے وقت ہمیں یاددہانی کروائی جائے گی۔ تنظیم ہم سے وقف عارضی کے فارم پُر کروالے گی اور تنظیم ہی ہمیں رسیدیں دے کر ہم سے چندے وصول کرلے گی۔ یعنی عام چندوں کی صورت میں یا وصیت کے چندے کی صورت میں یا کئی دوسرے چندے ہیں جنہیں احباب خوشی سے دیتے ہیں اور اس لحاظ سے بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت بہت مالی قربانی دے رہی ہے۔ غرض جس جگہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ تنظیم ہمارے پاس آئے گی اور وہ ہمیں رسید دے کر ہمارے چندے وصول کرے گی لیکن اگر تنظیم ایسا نہ کرے تو اس جگہ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ وہ علاقہ یا وہ شہر یا وہ قصبہ یا وہ گاؤں بحیثیت مجموعی جماعتی لحاظ سے مالی قربانی دینے میں پیچھے رہ گیا ہے حالانکہ وہ پیچھے نہیں رہا جو کارکن تھے، جو عہدیدار تھے جن کا یہ کام تھا کہ وہ ان کو یاددہانی کراتے اور ان سے چندہ وصول کرتے وہ اپنی کمزوری اور وقت کی قربانی نہ دینے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ جماعت کا اکثر حصہ تو پیچھے نہیں رہا۔ اب ہمارا موجودہ مالی سال چند دنوں تک ختم ہو رہا ہے۔ اگر ہم اس کا بھی جائزہ لیں تو دوستوں کی بڑی بھاری اکثریت ایسی ہے جو بحیثیت جماعت ہر قسم کی قربانیاں دینے کے

لئے تیار ہے اور وہ عملاً دے بھی رہے ہیں اور بہت بھاری اکثریت ایسے دوستوں کی ہے جو سلسلہ کے کاموں کے لئے اپنا وقت قربان کرتے ہیں اپنے آرام کو قربان کرتے ہیں، اپنی توجہ کو قربان کرتے ہیں مثلاً وہ اپنی توجہ اپنے بیوی بچوں کی طرف پھیر سکتے تھے مگر وہ اپنی اس توجہ کو الٰہی سلسلہ کے کاموں کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ وہ درد جو اپنے محدود ماحول کے لئے ان کے دلوں میں پیدا ہوسکتا ہے وہی درد وہ جماعت کے لئے اور پھر بنی نوع انسان کے لئے اپنے دل میں پیدا کرتے ہیں اور خدمت کے جذبہ سے معمور اکثر خدمت خلق میں مشغول رہتے ہیں۔

چنانچہ ایسی مثالیں کثرت سے ہیں جن میں اس وقت بڑی نمایاں مثال جماعت احمدیہ کراچی کی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ جہاں تک مالی قربانی کا سوال ہے ساری جماعت ہی مالی قربانی دینے کے لئے تڑپتی رہتی ہے لیکن جہاں نظام قائم ہو اور نظام میں پختگی پائی جاتی ہو وہاں کے بہت سے دوست یہ سمجھتے ہیں کہ نظام کے ماتحت محصّل جائے گا اور وہ پیسے وصول کرے گا اور رسیدیں دے گا۔ پس احباب میں چندے دینے کی تڑپ کی کمی نہیں ہوتی۔ یہ نظام کی سُستی یا نظام میں چستی کی کمی ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے وقتی طور پر ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ فلاں حلقہ مالی قربانیوں کے دینے میں پیچھے رہ گیا ہے۔

جہاں تک وقت کی قربانی کا سوال ہے اس کے متعلق میں نے پہلے بھی ایک دفعہ بتایا تھا کہ خود میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہ لوگ جو بظاہر اپنے دُنیا کے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں وہ پانچ پانچ چھ چھ گھنٹے اور بعض دفعہ تو میرا خیال ہے کہ ہمارے صدر انجمن احمدیہ اور دوسرے اداروں کے کارکنوں سے بھی زیادہ وقت رضا کارانہ طور پر جماعتی کاموں کے لئے خرچ کرتے ہیں اور بڑی محنت اور بڑے پیار اور بڑی توجہ کے ساتھ کام کرتے ہیں اور سلسلہ احمدیہ جسے خدا تعالیٰ نے غلبہ اسلام کے لئے قائم فرمایا ہے۔ اس کے لئے تڑپ رکھتے ہیں اور اس کی ترقی کے لئے دن رات محنت میں لگے ہوئے ہیں۔ اب جس جماعت کے عہدیدار اس قسم کی لگن کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ جماعت مالی قربانیوں میں بھی آگے نکل جاتی ہے چنانچہ ابھی کل ہی مجھے جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ اُنہوں نے اپنے سالانہ بجٹ سے قریباً دس ہزار روپیہ زائد جمع کر دیا ہے حالانکہ ابھی موجودہ مالی سال ختم نہیں

ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اب یہ بڑا خوش کن نتیجہ ہے۔ ہزار ہا دوست مالی قربانی دینے والے کراچی کی جماعت میں شامل ہیں۔ اُنہوں نے بحیثیت مجموعی بڑی اچھی قربانی دی ہے۔ انہوں نے جو وعدے کئے تھے ان میں وہ آگے نکل گئے ہیں۔

پھر جہاں تک وقت کی قربانی کا تعلق ہے اس لحاظ سے بھی کراچی نے بڑی قربانی دی ہے وہاں کا جماعتی نظام پورا چوکس اور بیدار ہے۔ علاوہ ازیں پورے سال کے کام کو سارے سال پر پھیلا کر کرنے کی بدولت بھی وہ اچھا نتیجہ نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ممکن ہے اسی طرح کی بعض اَور جماعتیں بھی ہوں کیونکہ بہت سارے دوستوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اپنا بجٹ پورا کر چکے ہیں۔ مَیں نے ہر ایک سے یہی کہا تھا کہ اپنے بجٹ سے دس فیصدی زیادہ چندے دو۔ اب بجٹ سے دس فیصدی زیادہ چندے دوست دے سکتے ہیں یا نہیں یہ تو خدا تعالیٰ کی راہ میں اموال کو وصول کرنے کی ایک زائد خواہش ہے اور ان لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں مال دینے کی ایک زائد خواہش ہے تاہم کئی دوسری جگہوں سے بھی اطلاع آئی ہے کہ اُنہوں نے نہ صرف اپنا بجٹ پورا کر دیا ہے بلکہ اس سے آگے نکل گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پس جن جماعتوں نے اپنا بجٹ پورا کر کے دس فیصدی زائد چندے دینے کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے وہاں آپ کو جماعتی نظام یعنی جو عہدیدار ہیں وہ ہر لحاظ سے خصوصاً وقت کی قربانی کے لحاظ سے زیادہ تندہی سے کام کرنے والے یا زیادہ وقت دینے والے نظر آئیں گے۔

غرض جہاں تک اموال کی قربانی کا سوال ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے ساری جماعت آگے بڑھنے کی تمنا، خواہش اور تڑپ رکھتی ہے اسی طرح جہاں تک نظامِ جماعت کا سوال ہے اکثر جگہ بڑا اچھا نظام قائم ہے۔ عہدیداروں کی اکثریت ایسی ہے جو علاوہ دوسری قربانیوں کے اوقات کی قربانی بھی دے رہے ہیں لیکن بعض جگہیں ایسی بھی نظر آتی ہیں۔ جہاں باوجود اس کے کہ جماعت کے افراد ہر قسم کی قربانی بشمول اموال کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

مگر عہدیداروں کی سستی کی وجہ سے نتیجہ ٹھیک نہیں نکلتا۔ جہاں بھی ایسے عہدیدار ہیں جو اپنی کسی کمزوری کی وجہ سے یعنی ایمان کی کمزوری کی وجہ سے یا نااہلیت کی وجہ سے یا احساس ذمہ داری کے فقدان کے نتیجہ میں سستی دکھاتے ہیں ان کا بہرحال کوئی حق نہیں کہ وہ عہدیدار رہیں ان کو بدلنا پڑے گا۔

چنانچہ جب میرے سامنے یہ تصویر آئی تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ کوئی عدم علم کی وجہ سے شاید یہ نہ سمجھے کہ بعض جماعتیں کمزور ہیں۔ جماعتیں ہرگز کمزور نہیں بلکہ وہ عہدیدار کمزور ہیں جو اپنی سستی کی وجہ سے اُن سے صحیح کام نہیں لے سکتے۔ ایسے سست اور کمزور عہدیداروں کی اصلاح یا ان کی تبدیلی کے ساتھ انشاء اللہ دُنیا دیکھے گی کہ وہ جماعتیں بھی مالی قربانی میں اپنے دوسرے بھائیوں سے پیچھے نہیں رہیں گی بلکہ اُن سے آگے نکلیں گی یہ اللہ تعالیٰ پر ہمارا حسن ظن بھی ہے اور ماضی میں ہمارا مشاہدہ بھی یہی رہا ہے۔ پیچھے رہنے کے لئے تو احمدی پیدا ہی نہیں ہوا لیکن الٰہی سلسلوں میں بعض لوگ کمزور بھی ہوتے ہیں اور بعض منافق بھی ہوتے ہیں اور یہ منافق عاقبت کے لحاظ سے کمزوروں سے بھی نہیں، کافروں سے بھی نچلا درجہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ تو الٰہی جماعتوں میں ہوتے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں بھی نظر آتے ہیں اور پھر اس وقت سے لے کر آج تک اسلام میں نظر آتے ہیں۔ خدا کا ہر وہ پیارا جو تجدید دین کے لئے استحکام ملتِ اسلامیہ کے لئے اور غلبۂ اسلام کے لئے کھڑا کیا گیا تو اُس وقت کے کمزوروں نے بھی اور غیر مومنوں نے بھی اور منافقوں نے بھی اپنے اپنے نظریہ کے مطابق اس کی مخالفت کی البتہ جہاں تک کمزوروں کی مخالفت کا تعلق ہے وہ الٰہی سلسلہ میں کمزوری پیدا کرنے کی نیت سے یا کمزوری پیدا کرنے کی غرض سے نہیں ہوتی یعنی اُن کی نیت بھی یہ نہیں ہوتی کہ الٰہی سلسلہ کمزور ہو جائے اور ان کی کوشش بھی یہ نہیں ہوتی کہ الٰہی سلسلہ کمزور پڑ جائے لیکن منافق کی نیت بھی یہی ہوتی ہے اور کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ الٰہی سلسلہ کمزور ہو جائے۔ ایک منافق اور کمزور ایمان والے آدمی کے درمیان یہی فرق ہے۔ ایک منافق کا الٰہی سلسلہ کو نقصان پہنچانے کی نیت اور ارادہ ہوتا ہے اور اس کی کوشش اور جدوجہد بھی نقصان پہنچانے کیلئے ہوتی ہے مگر ایک کمزور ایمان والا آدمی قربانی دینے میں کمزوری تو

دکھاتا ہے لیکن اس کی نیت خراب نہیں ہوتی۔ کمزوری ہوتی ہے نیت کی خرابی نہیں ہوتی۔ اس کے اندر ایمان کی کمزوری ہے عمل کی کمزوری ہے لیکن نیت کا فتور نہیں اور نہ اس کی جدوجہد ہی ایسی ہوتی ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ وہ سلسلہ کو عملی طور پر نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس لئے جو آدمی کمزور ایمان والا ہے اس کے لئے ہمارے دل میں انتہائی ہمدردی پیدا ہونی چاہئے اور ہے میرے دل میں بھی ہے اور ہر سمجھدار احمدی کے دل میں بھی ہے۔ ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ ایسے شخص کو پیار سے اور عقلی دلائل دے کر سمجھائیں۔ ہم آئے دن اللہ تعالیٰ کے پیار کے جو نشان دیکھتے رہتے ہیں وہ اس کے سامنے رکھ کر اس کی اصلاح کریں۔ چنانچہ ہم ایسے لوگوں کو آہستہ آہستہ تربیت کے نتیجہ میں بے صبری دکھائے بغیر ایک اعلیٰ مقام پر لانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر باری باری اعلیٰ مقام پر آجاتے ہیں۔ پھر پیچھے ایک اور Queue بنا ہوتا ہے۔ ایک اَور قطار لگی ہوتی ہے یعنی اور کمزور آجاتے نئے احمدی ہوتے ہیں یا نئے جوان ہوتے ہیں۔ جن کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کمزوری ایمان اور اس کے نتیجہ میں عمل کی کمزوری دراصل تربیت کی کمی کا نتیجہ ہوتی ہے تاہم ایسے کمزور ایمان والے لوگوں کی طرف سے یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ وہ مقابلہ پر آکر مخالفت کریں گے یا سلسلہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ ایسے لوگوں کی تربیت ہونی چاہئے اور انہیں پیار کے ساتھ اور عقلی دلائل دے کر سمجھانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے نشان ان کے سامنے رکھ کر انہیں بتانا چاہئے کہ یہ دیکھو اللہ تعالیٰ کس طرح جماعت کے کاموں میں برکت ڈال رہا ہے اور بنی نوع انسان کے دل میں اسلام کو قبول کرنے کی ایک عالمگیر رو پیدا کر رہا ہے۔ اگر آپ یہ باتیں ان کے سامنے رکھیں تو انشاء اللہ اُن کے ایمان بھی پختہ ہو جائیں گے۔ یاد رکھیں آج ہمیں جن دوستوں کے ایمان پختہ نظر آتے ہیں جب وہ پہلی دفعہ احمدیت میں داخل ہوئے تھے تو اُن کی یہ حالت نہیں تھی۔ چنانچہ پہلی دفعہ سلسلہ میں داخل ہونے والوں میں سے اگر کسی نے ایک چونّی ماہانہ چندہ دیا تو وہ بڑی قربانی کرنے والا سمجھا گیا اور وہی شخص جس نے اپنے حالات کے لحاظ سے ایک چونّی چندہ دیا تھا اور بڑا مخلص سمجھا گیا تھا اُس نے بعد میں ایک وقت میں کہا کہ میری ساری جائیداد لے لو۔ غرض اس وقت کی تربیت کے لحاظ سے وہی چونّی انتہائی قربانی تھی اور خدا تعالیٰ نے

اس قربانی سے پیار کیا اور قربانی کے نتیجہ میں قربانی دینے والے آدمی سے بھی پیار کیا اور پھر یہی آدمی تربیت حاصل کرتے کرتے جب ایک ارفع مقام پر پہنچا تو اس نے اپنی ساری جائیداد خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دی جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب اپنے ارفع مقام پر پہنچے تو ایک موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کی تحریک فرمائی تو آپ اپنا سب کچھ لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ابوبکرؓ گھر میں کیا چھوڑا ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا۔ گھر میں خدا اور اس کے رسولؐ کا نام چھوڑ آیا ہوں اس کے علاوہ مجھے کسی اور چیز کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور مال عطا فرمایا تو اُنہوں نے وہ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو لوگ آپ سے کم درجے پر پہنچے ہوئے تھے اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک پر سوچا کہ ہم اپنا نصف مال یعنی پچاس فیصدی خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیتے ہیں (وصیت میں ہم ۱۰؍۱ سے ۳؍۱ تک یعنی دس فیصدی سے لے کر تینتیس فیصدی تک دیتے ہیں) لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی زندگیوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت خدا اور اس کے رسول سے محبت اپنے جوش میں آتی ہے اس وقت سارا مال قربان کروا دیتی ہے یا اُس وقت نصف مال قربان کروا دیتی ہے لیکن وہ گھر جس سے دُنیا کی ساری دولت اور دُنیا کے سارے اموال نکال کر خدا کے رسولؐ کے قدموں میں ڈال دیئے گئے تھے وہ گھر دُنیا کی دولت سے بھی خالی نہیں رہے۔ جس بٹوہ میں ایک دھیلا باقی نہیں چھوڑا گیا تھا وہ بھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے پھر اسے بھر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نہ ختم ہونے والے خزانوں کا مالک ہے ہم اس کے نہ ختم ہونے والے بھرپور خزانوں کی مقدار اور قسم کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمیں تو یہ پتہ ہی نہیں کہ اس کے خزانے اپنی کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے کتنے وسیع اور کتنے شاندار ہیں انسان کی عقل اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کیفیّت اور کمیّت کو گراسپ نہیں کر سکتی۔ انسان انہیں اپنے شعور میں بھی نہیں لا سکتا۔ کیونکہ یہ چیزیں انسان کے فکر و تدبر اور اس کی عقل و دانش سے بالا ہیں۔ بس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانی عقل بڑھتے بڑھتے جہاں ختم ہو گئی اس سے بھی ورے اللہ تعالیٰ کے خزانے

ہیں اور وہاں تک انسانی عقل کی پہنچ ہی نہیں ہے۔

بہرحال جن لوگوں نے اپنا مال بے دریغ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا وہ نقصان میں نہیں رہے مگر جنہوں نے نہیں دیا اور انہیں دینا چاہئے تھا، وہ نقصان میں رہے۔ اُخروی زندگی کے لحاظ سے تو یقیناً نقصان میں رہے لیکن اُن میں سے اکثر اس دُنیا میں بھی نقصان میں رہے مثلاً کفار مکہ اور سردارانِ قریش امیر لوگ تھے عرب کے، اُس وقت کے اقتصادی نظام میں ان لوگوں کا بڑا اونچا مقام تھا۔ ایک ایک آدمی ہزار ہا اونٹوں کا مالک ہوا کرتا تھا۔ مگر اس ظاہری مال و دولت نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا کیونکہ اُنہوں نے بخل کیا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بجائے اُنہوں نے اپنے اموال اسلام کی مخالفت میں خرچ کئے۔ نتیجةً اُن کے اموال کہاں باقی رہے؟ اُن کا سب کچھ ختم ہوگیا۔ پھر اُن کو اُس وقت مال و دولت ملی جب اُنہوں نے اس ابدی صداقت کو پا لیا کہ سب اموال اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور بہترین اور حقیقی اور سچا خرچ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ تو پھر ان کو خدا تعالیٰ نے دوبارہ مال و دولت عطا فرمایا مگر اس صورت میں عکرمہؓ وہ عکرمہ نہیں تھے۔ اور نہ خالدؓ بن ولید وہ خالدؓ بن ولید تھے جب دوسری دفعہ ان کو اموال عطا ہوئے تو وہ بالکل بدلی ہوئی شخصیتیں تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں ایک نئی زندگی عطا فرمائی تھی۔ ان کے ذہن بدل گئے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نئی حیات بخشی تھی۔ ان کی پہلی زندگی پر ایک موت وارد ہو چکی تھی۔ پھر اس نئی زندگی میں اُنہوں نے نئے خزانے پائے اور اس نئی حیات میں اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے ایک نئی لذت اور نیا سرور حاصل کیا۔ پہلے تو غصے کی ایک عارضی تسلی تھی یعنی غصے کو تسلی ہوگئی کہ ہم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اپنا پیسہ خرچ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (آل عمران: ۱۲۰) تم سمجھتے ہو کہ اس سے تمہارا غصہ تسلی پاتا ہے یہ تو درحقیقت تمہاری موت کا باعث بھی ہے۔ اس طرح تمہارا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت میں خرچ کرنا تمہاری حیات، تمہاری ترقی، تمہارے ارتقاء اور تمہاری فلاح اور خوش حالی کا باعث نہیں بنے گا۔ یہ تمہاری موت کا باعث بنے گا۔

پھر جہاں تک منافقین کا تعلق ہے ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی

بجائے دوسروں پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کر دیا کہ پیسے ٹھیک جگہ پر خرچ نہیں ہو رہے۔ اور یہ ہو رہا ہے اور وہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے منافقین کی یہ ساری باتیں ہمارے لئے بیان کر دی ہیں۔

اس کے برعکس ایک کمزور ایمان والا آدمی بہکتا ہے پھر اس کو سہارا ملتا ہے تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔ پھر بہک جاتا ہے اور پھر سہارا ملنے پر آگے بڑھتا ہے اور اس طرح اندرونی اور اخلاقی اور روحانی طور پر اس کے اندر ایک کشمکش جاری رہتی ہے پھر جب اس کی کماحقہ تربیت ہو جاتی ہے تو وہ اپنے نفسِ امّارہ کو کچل دیتا ہے وہ اس سانپ کا سر کاٹ دیتا ہے اور اپنے نفس کے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک اچھے سوار کی طرح اس کی لگامیں اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے پھر گھوڑا اپنی مرضی کے مطابق اسے جدھر چاہے نہیں لے جاتا بلکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق گھوڑے کو جدھر چاہے لے جاتا ہے اور اس کی مرضی خدا کی مرضی ہو جاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اسی میں وہ لذت اور سرور پاتا ہے اور اسی میں وہ ایک نئی خوشحالی اور ابدی زندگی کے سامان دیکھتا ہے اور پھر جن کے پانے کے لئے وہ اسی طریق پر کوشاں رہتا ہے۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے موجودہ مالی سال ختم ہو رہا ہے جہاں جماعت کی اکثریت اور بہت بھاری اکثریت مالی قربانی دینے کے لئے تیار بھی ہے اور اکثر نے عملاً قربانی دے دی ہے وہاں کہیں کہیں ہمیں بظاہر غفلت بھی نظر آتی ہے بہت سی جماعتوں نے مالی قربانی دی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اکثر جگہ پر عہدیداروں نے اس سلسلہ میں بھی اپنے وقت کی اور اپنے آرام کی قربانی دی۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں اُنہوں نے اپنا وقت خرچ کیا اور نظام کی وجہ سے ہر احمدی دوست کے دل میں جو ایک امید پائی جاتی ہے کہ ایک چوکس اور بیدار عہدیدار اس کے پاس آئے گا اور وقت پر اس سے چندہ لے جائے گا۔ ایسے عہدیدار اس کے اس حُسن ظن کو پورا کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وارث بننے والے ہیں۔

لیکن اگر عہدیداروں کے ایک حصے میں کمزوری کی وجہ سے جماعت کی بدنامی سمجھی جائے تو یہ بات غلط ہے۔ اس سے جماعت کی کوئی بدنامی نہیں ہوتی۔ جماعت کی بدنامی تو تب ہوتی

جب مقامی عہدیدار اصلاح یا تبدیلی کے نتیجہ میں چوکس ہو جائیں مگر وہ جماعت پھر بھی کمزوری دکھائے مگر عملاً اس صورت میں کسی جماعت نے کمزوری نہیں دکھائی مثلاً کراچی کی جماعت ہے یہ اپنے بجٹ کو سو فی صد پورا کرنے کے بعد آگے نکل گئی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ تم نے جو سَو فیصدی پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ تمہارا مقصود اور معیار نہیں ہے بلکہ ۱۱۰ تک پہنچو۔ چنانچہ کراچی کی جماعت نے ۱۱۰ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے ۱۰۴؍۱۰۳ تک وہ پہنچ چکے ہیں۔ ممکن ہے اِس وقت تک کچھ اَور آگے نکل چکے ہوں (اور ابھی چند دن باقی بھی ہیں) بہرحال وہ اپنے بجٹ کو سو فیصدی پورا کرنے کے بعد آگے نکل گئے ہیں۔

اب اسی کراچی کی جماعت پر ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جب یہ سو کی بجائے ۳۰؍۲۵ تک بھی پہنچ نہیں پاتی تھی۔ اس واسطے کہ اس وقت یہ جماعت تربیت کی محتاج تھی۔ بعض احمدی دوست تربیت کی احتیاج رکھنے والے تھے لیکن اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ جماعت سے کام لینے والے عہدیدار جو تھے۔ وہ یا تو کام لے نہیں رہے تھے یا کام لے نہیں سکتے تھے۔ بہرحال عہدیدار جماعت سے کام نہیں لے رہے تھے۔ مگر اب وہی جماعت ہے جو اپنے عہدیداروں کی چوکسی اور بیداری اور رضا کارانہ طور پر کام کرنے کے نتیجہ میں اپنے بجٹ کو سَو فیصدی پورا کر کے آگے نکل گئی ہے۔

پس ایک بات تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی جماعت یا کوئی حلقہ چندوں کی ادائیگی میں پیچھے رہ جاتا ہے تو اس پر الزام نہ دھرو کیونکہ ان کے اخلاص میں مجھے بظاہر کوئی کمزوری نظر نہیں آتی۔

دوسرے یہ کہ ایسی جماعتوں یا حلقوں کے عہدیداروں کو ٹھیک کیا جائے کیونکہ مجھے ان عہدیداروں میں کمزوری نظر آتی ہے۔ پس جماعت کا جو حصہ بھی انہیں ٹھیک کرنے والا ہے وہ اس سلسلہ میں ضروری کارروائی کرے۔ اگر یہ کام میرے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو میں اُن کو ٹھیک کروں گا۔ ہمیں کسی فرد کے ساتھ پیار نہیں اور نہ ہمیں کسی فرد سے دشمنی ہے۔ ہمیں ہر فرد کے اس فعل سے پیار ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خلوص نیت سے کیا گیا اور ہمیں ہر بُرے عمل سے نفرت ہے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف کیا گیا ہے۔ ہمیں بدعمل شخص سے کوئی

نفرت نہیں اور نہ اس سے کوئی دشمنی ہے لیکن اس سے جو برا عمل سرزد ہوتا ہے اس سے ہمیں نفرت ہے اور اسی بُرے عمل کو ہم دُنیا سے مٹانا چاہتے ہیں۔ ہم بدعمل کرنے والے کو ہلاک نہیں کرنا چاہتے اس کے تو ہم خیر خواہ اور ہمدرد ہیں اور اُسے نیکی کی راہ پر چلانے کے لئے بے تاب ہیں اور اس کے لئے ہم ہر وقت کوشاں ہیں۔ تاہم جو نیک کام ہے اور خوبی کی بات ہے یا جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے نیک نیتی سے کیا جاتا ہے اس کے لئے ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ نے بڑا پیار پیدا کیا ہے مگر جو جماعتیں یا حلقے چندوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں خلوص نیت کے باوجود عہدیداروں کی غفلت کے نتیجہ میں بظاہر داغدار سمجھے گئے ہیں انہیں داغدار سمجھنا غلطی ہے۔ اُن پر کوئی داغ نہیں ہے البتہ ان کے عہدیدار ضرور داغدار بن گئے ہیں۔ اس لئے ایسے عہدیداروں کی اصلاح ہونی چاہئے۔ یا پھر اُن کی تبدیلی ہونی چاہئے جو اپنے وقت پر ہو جائے گی لیکن ان چند دنوں میں ایسی جماعتوں یا حلقوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے عہدیداروں کو جو غافل ہیں یا سست ہیں یا نااہل ہیں یا ان میں کوئی اَور کمزوری پائی جاتی ہے ان کو پرے ہٹا دیں اور اپنے چندے براہ راست مرکز میں آکر جمع کروا دیں۔

مجھے جماعت کے متعلق پورا وثوق اور یقین ہے کہ وہ اپنے چندوں کی ادائیگی میں مخلص ہیں اس لئے ان پر یہ داغ نہیں آتا کہ وہ اپنے حلقے یا قصبے یا گاؤں میں مالی قربانی میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ اگر عہدیدار اُن کے پاس نہیں پہنچا تو وہ بھی عہدیداروں کے پاس نہ پہنچیں بلکہ مرکز میں آکر اپنا چندہ جمع کرا دیں۔ تاکہ ان عہدیداروں کو بھی یہ پتہ لگ جائے کہ کتنے پیارے دل تھے جن کی اُنہوں نے قدر نہیں کی اور کتنی حسین ارواح تھیں جن کے حسن کو اُنہوں نے نظر انداز کر دیا۔ وہ اپنے کاموں میں لگے رہے۔ اُنہوں نے اپنے دُنیوی آرام کی طرف توجہ دی اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے ان کے کندھوں پر جو ذمہ داریاں ڈالی گئی تھیں اُنہوں نے ان کو نہیں نبھایا۔

اللہ تعالیٰ ان کی بھی اصلاح فرمائے۔ ان کے دلوں میں بھی نیکی کا بیج پھوٹ آئے۔ ان کی کمزوریاں دور ہوں۔ ان کی غفلتیں جاتی رہیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے پیار کے حصول کے لئے ان کی جدوجہد پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہو جائے۔

خدا کرے کہ وہ پیارا احمدی دوست جس کے دل میں خدا اور اس کے رسول کی محبت کے سمندر موجزن ہیں، وہ کسی کی غفلت کے نتیجہ میں یا کسی غلطی کی وجہ سے اپنی قربانی میں پیچھے رہ کر خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لینے والا نہ ہو بلکہ عملاً جو ایک بری چیز، ایک گندی چیز، ایک بھیانک اور بدصورت چیز نظر آ رہی ہے اور جس کے لئے وہ حقیقتاً ذمہ وار نہیں ہیں اُسے بھی دُنیا کی آنکھ بھی اور دین کی آنکھ بھی نظر انداز کر دے کیونکہ اُن کے اوپر حقیقتاً کوئی الزام نہیں آتا۔

پس ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دے کہ ساری جماعت اپنی اجتماعی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے اور اس کے پیار اور اس کی رضا کو پانے والی ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ مئی ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۵)